بیان

دربارہ شریعت درخواست نمبر 9/آئی 2004 اور 1/آئی 2010 وغیرہ

پیش کردہ

ڈاکٹر محمد طفیل

مکان نمبر 196 - ای، سٹریٹ نمبر 17 سیکٹر جی 6/2

اسلام آباد

برائے

وفاقی شرعی عدالت ۔ اسلام آباد

5 جولائی 2010

۱۰ فروری 1979 کو پاکستان میں حدود قوانین کا نفاذ عمل میں آیا۔ حدود قوانین کا نفاذ اسلامی جمہوریۂ پاکستان میں ایک نیا تجربہ تھا۔ اس لئے اس تجربہ کی مشکلات بھی بہت تھیں۔ جن میں اسلامی شریعت اور اس میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی تشریح اور تعبیر، فاضل عدلیہ کے ارکان کی اسلامی شریعت تک دسترس، قرآن و سنت کا عربی زبان میں ہونا اور حدود سزاؤں کے نفاذ کا طریق کار وغیرہ شامل تھے۔ مزید برآں پاکستان میں جاری تمام قوانین اور ضوابط کو اسلامی شریعت کے سانچے میں نہ ڈھالا گیا۔ اس لئے حدود قوانین کے نفاذ میں مزید مشکلات کا سامنا رہا۔

پاکستان کی عدالتی تاریخ شاہد ہے کہ پاکستان میں کئی طرح کے قوانین بیک وقت نافذ رہے ہیں جیسے برطانوی قوانین، قومی قوانین اور اسلامی قوانین وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے بھی پاکستان کے عدالتی نظام کو اسلامی شرعی قوانین کو سمجھنے اور انہیں لاگو کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ نیز پاکستان میں برطانوی دور کے قوانین کے نفاذ کی وجہ سے بعض اوقات ان برطانوی قوانین کا اسلامی قوانین سے تصادم بھی ہوا۔ اور پاکستان کے روشن خیال طبقوں اور پاکستان کے قانون ساز اداروں نے ایسے تصادم کی صورت میں برطانوی قانونی ورثہ کو اسلامی قوانین پر ترجیح دی اور انہیں تبدیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی دوسری طرف پاکستان کا آئین اس امر کی ضمانت فراہم کرتا ہے کہ قرآن حکیم اور سنت نبوی پاکستان ~~کے لئے~~ قانون سازی کے لئے بنیادی مصادر (PRIMARY SOURCES) کا درجہ رکھتے ہیں اور اس مملکت خداداد میں ایسا کوئی ~~[illegible]~~ قانون، ضابطہ اور قاعدہ یا جزو قانون وجود میں نہیں آئے گا جو اسلامی شریعت کے بنیادی ماخذ۔ قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہوگا۔ اس لئے ہمیں پاکستان میں قانون سازی کرتے وقت اور قوانین کا جائزہ لیتے وقت قرآن و سنت کو ہی معیار بنانا ہوگا۔ نیز پاکستان میں نافذ کسی بھی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا جائزہ بھی انہیں ماخذ کی روشنی میں لینا ہوگا۔

1979 میں نافذ کردہ "حدود قوانین" کا بنیادی مواد قرآن و سنت سے ماخوذ ہے جن میں نہ صرف حدود جرائم کی تعریف، حدود و قیود، ثبوت کے ذرائع اور مسلّمات قرآن و سنت سے لئے گئے ہیں ~~[illegible]~~ بلکہ حدود سزائیں بھی انہی ماخذ سے ماخوذ ہیں۔ اس لئے ان میں کمی بیشی یا ترمیم و اضافہ کی کبھی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ خدائی قوانین ہیں۔ جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہوتے ہیں اور زمانی و مکانی تغیرات ان پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ سب سے بڑھ کر یہ امر ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ خالق کائنات کے بنائے ہوئے قوانین اور عطا کردہ اصول و ضوابط پر انسان کو صرف عمل کرنا ہوتا ہے۔ وہ ان میں کمی بیشی یا ترمیم و اضافہ کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون (سورۃ المائدہ آیت 44)

"اور جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کرے، تو وہی لوگ کافر ہیں"

مزید برآں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فمن رغب عن سنتی فلیس منی" (ریاض الصالحین)

کہ جس شخص نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میری امت سے نہیں ہے۔

اس لئے ہم حدود قوانین پر غور کریں یا 2006 کے تحفظ نسواں کے قانون (PROTECTION OF WOMEN ACT) کا جائزہ لیں ہمیں اپنے دلائل و شواہد صرف قرآن و سنت سے ہی لینا ہوں گے۔ کیونکہ

قوانین الٰہی حقیقی اور ابدی ہیں۔ جبکہ انسانوں کے وضع کردہ قوانین وقتی اور قابل ترمیم ہیں۔ ہمیں یہ حقیقت بھی معلوم رہنی چاہیئے کہ قوانین ربانی ہر طرح کی غلطی، کمی اور کمزوری سے بالا ہوتے ہیں۔ جبکہ انسانوں کے بنائے قوانین ہر وقت تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان میں غلطی کا ہر وقت امکان ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ 2006ء کا قانون تحفظ نسواں (PROTECTION OF WOMEN ACT VI of 2006) کے سرسری مطالعے اور عام جائزہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ قانون ترتیب دیتے وقت قرآن حکیم اور سنت نبوی کی تعلیمات کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس مروجہ قانون کو بالادستی دیتے ہوئے "حدود قوانین" کو بدلنے یا ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے میری ناقص رائے میں اس فاضل عدالت - وفاقی شرعی عدالت - کو اس کی بعض شقوں کا نہیں بلکہ پورے کے پورے قانون کا ازخود جائزہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کی تمام دفعات کسی نہ کسی طرح قرآن و سنت سے متصادم دکھائی دیتی ہیں۔

چونکہ زیر بحث شریعت درخواستوں میں قانون تحفظ نسواں کو بطور قانون چیلنج نہیں کیا گیا بلکہ اس قانون کی بعض دفعات کو چیلنج کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم اپنی گفتگو انہیں دفعات تک محدود رکھیں گے۔

تحفظ نسواں قانون کی دفعہ نمبر 5

قانون کی یہ دفعہ زنا بالجبر (RAPE) سے بحث کرتی ہے۔ واضح رہے کہ زنا بالجبر ہو یا عام زنا اس میں دو فریق شامل ہوتے ہیں۔ ایک زنا کرنے والا مرد۔ اور دوسری زنا کرنے والی عورت۔ اسلام نے زنا بالجبر کو اکراہ کے احکام میں شمار کیا ہے۔ اور جب زنا بالجبر کیا، جس میں زناکار کی رضا اور رغبت شامل نہ ہو تو اسے زنا بالجبر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس قانون میں اکراہ کی جن پانچ صورتوں کا ذکر کیا گیا۔ اسلامی شریعت انہیں اکراہ کے زمرے میں شمار کرتی ہے۔ اور جس شخص کو زنا کرنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ یا اس کی رضا و رغبت کے بغیر اس سے زنا کیا گیا ہو۔ یا اُسے جان کی دھمکی دے کر زنا کرایا گیا ہو۔ یا اُسے اغوا کر کے انفرادی یا اجتماعی زناکاری کی گئی ہو۔ اسلامی شریعت ان سب صورتوں کو اکراہ، زبردستی، زناکاری قرار دیتی ہے۔ اور ایسے افراد کے احکام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه (الھیثمی مجمع الزوائد ج 6 ص 250)

"میری امت سے تین چیزیں اٹھالی گئی ہیں، جن میں غلطی، بھول اور جن پر جبر کیا گیا ہو، شامل ہیں"

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا ہے

لا اکراہ فی الدین (سورۃ البقرہ آیت نمبر 256) "دین میں زبردستی نہیں ہوتی ہے۔"

قرآن حکیم اور سنت نبوی تعلیمات کی روشنی میں جس شخص کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا جائے اس پر "حد" کی سزا نافذ نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر کسی بھی خاتون کی بالجبر عصمت دری کی جائے۔ یہ عصمت انفرادی ہو یا اجتماعی ہو، پس پردہ ہو یا اعلانیہ، ایک بار ہو یا کئی بار اس پر حد کی سزا نافذ نہیں ہوگی بلکہ اس کے ساتھ ہونے والی اس زیادتی کا ہر طرح سے ازالہ کیا جانا چاہیئے۔

یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ زناکاری دو افراد کے مابین ناجائز جنسی تعلقات کے قائم کرنے سے عبارت ہے۔ اور یہ امر بھی واضح ہے۔ کہ اس فعل میں دونوں زناکار اس جرم کا ارتکاب بالجبر نہیں کر رہے ہوتے۔ بلکہ ان دونوں فریقوں میں سے ایک فریق عورت - پر عموماً جبر کیا جاتا ہے۔ جبکہ دوسرا فریق - مرد - قوت اور طاقت کے بل بوتے پر دوسرے فریق کو ظلم و جبر اور اجتماعی زیادتی کا نشانہ بناتا رہا

ہوتا ہے۔ اور عورت اس ظلم کی چکی میں اس طرح پس رہی ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی اسے چھڑانے والا ہوتا ہے، نہ کوئی اس کا پرسانِ حال ہوتا ہے۔ نہ کوئی اس کی مدد کرتا ہے اور نہ ہی اس کی جانی چارہ جوئی شروع ہوتی ہے۔

دوسری جانب زناکار مرد کا کردار بہت گھناؤنا ہے وہ مجبور و محبوس خاتون کو بار بار انفرادی اور اجتماعی ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ بعض اوقات اُسے برہنہ کر کے بازاروں میں گھمایا پھرایا ہے اور بسا اوقات اسے دھمکیاں بھی دیتا ہے۔ کہ اگر اس بارے میں منہ کھولا تو جان سے مار دیا جائے گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اغوا کر لیا جائے گا اور اس کے خاندان کو بھی تباہ کر دیا جائے گا۔ ان حالات میں مجموعہ تعزیرات پاکستان PPC XLV/1960 میں دفعہ نمبر 376 (1 اور 2) کا اضافہ بے معنی بھی ہے اور اسلامی شریعت کے بھی خلاف ہے۔ اور انسانی دکھوں کا مداوا بھی نہیں کرتا۔ بلکہ زنا بالجبر کرنے والوں کو ایک طرح کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نہ صرف اس دفعہ کو ختم کیا جائے۔ اور جرم زنا کی زناکاری کی قرآنی سزا بحال کی جائے۔ بلکہ جب طاقت کا استعمال کر کے خواتین کو اغوا کر کے ان کے ساتھ اجتماعی حرام کاری کی جائے اور انہیں برہنہ سڑکوں پر چلایا جائے۔ تو ایسے مجرموں کو اسلامی شریعت کی مقرر کردہ حرابہ کی سزا بھی سرِ عام دی جائے۔

زنا کی اسلامی سزا۔

اسلام انسانی شرف و کرامت اور اس کے حسب و نسب کی پاکیزگی پر بہت زور دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اُن تمام امور کو اُلفت سے [illegible] مسلمانوں کو منع کیا جو کسی نہ کسی صورت میں انسان کو زنا کی جانب راغب کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ولا تقربوا الزنیٰ، انه کان فاحشة وساء سبیلا (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر

"اور آپ زنا کے قریب نہ جائیں بے شک یہ فحاشی کا کام اور بُرا راستہ ہے۔"

زنا چونکہ بدکاری ہے اور انسانی عفت و عصمت کو تار تار کرتا ہے۔ اور خصوصاً خواتین کی عصمت دری کر کے ان کی عزت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اس لئے قرآن حکیم نے زنا کی کڑی سزا مقرر کی ہے چنانچہ سورۃ النور کی آیت نمبر 2 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ۔ ولا تأخذکم بهما رأفة فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر، ولیشهد عذابهما طائفة من المؤمنین (سورۃ النور آیت نمبر 2)

"بدکار عورت اور بدکار مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ تعالیٰ کے دین کے نفاذ میں۔ اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہئے کہ ان دونوں کی سزا کے وقت وہاں مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔"

اس آیت کریمہ میں زنا کو کے حوالے سے درج ذیل قوانین بیان ہوئے ہیں:

1۔ زناکار مرد اور زناکار عورت میں سے ہر ایک کی سزا سو کوڑے لگانا ہے جرم ثابت ہونے پر زنا کے مجرموں کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہ حد کی سزا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہوا ہے۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی ہے۔ بلکہ اسے من و عن نافذ کیا جاتا ہے۔

2۔ یہ سزا ان زانیوں کی ہے جو غیر شادی شدہ ہیں۔ شادی شدہ اور باہم مستحق کرنے زانیوں کی سزا

رجم ہے۔ جو سنت نبوی سے ثابت ہے۔

3) اس آیت میں مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ ان کے اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ زانیوں سے کسی طرح کی کوئی رعایت نہ کی جائے اور نہ ہی ان پر کسی طرح کا ترس کھایا جائے۔ مقصد یہ ہے کہ جب کسی فرد پر زناکاری کا جرم ثابت ہو جائے تو اسے فوری اور پوری سزا دی جائے۔ عدالت کی کاروائی کی تکمیل اور جرم ثابت ہونے پر زانیوں پر حد کی سزا حکومت وقت نافذ کرے اور ان کے ساتھ کوئی نرمی نہ برتی جائے۔

4) اسلام چونکہ اسلامی معاشرے سے بدکاری کا استیصال کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ جب زانیوں کو سو کوڑوں کی سزا دی جا رہی ہو تو یہ سزا خفیہ طور پر نافذ نہ کی جائے۔ بلکہ یہ سزا سرعام دی جائے۔ تاکہ اس خطے، علاقے اور شہر کے لوگ ان بدکاروں کی سزا سے عبرت حاصل کریں۔ تاکہ ایسے جرائم میں کمی آئے۔

5۔ سورۃ النور کی آیت نمبر 3 میں ارشاد ربانی ہے۔ وحرم ذلک علی المؤمنین۔ کہ اس بدعملی کی وجہ سے زناکاروں کا نکاح مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا ہے" یہ بھی غیر شادی زانیوں کی سزا کا حصہ ہے کہ انھوں نے مسلم معاشرے میں زنا کے ذریعے سے جو فتنہ اور فساد برپا کیا ہے۔ اس کی بنا پر وہ اب مسلمانوں سے نکاح نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ زانیوں اور مشرکوں سے ہی شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔ شادی شدہ زانی وہ شخص ہے۔ جو شادی کر کے اپنی بیوی کے ساتھ زن شوئی کر چکا ہو۔ اگر ایسا شخص بدکاری کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا رجم (STONING TO DEATH) ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث۔ الثیب الزانی۔ والنفس بالنفس۔ والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ (الاربعین النوویہ ص 26) مجمع الزوائد 6/252)

" کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے۔ مگر تین میں سے کسی ایک کا۔ شادی شدہ زانی۔ جان کے بدلے جان اور دین کو ترک کر کے جماعت سے جدا ہونے والا شخص۔

عسیف کے قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

واغد یا انیس الی امرأۃ ھذا۔ فان اعترفت فارجمھا (جامع الاصول ج 4 ص 296)

" اور اے انیس! اس عورت سے دریافت کرو۔ پس اگر وہ اعتراف کرے تو اسے رجم کر دو۔

ان احادیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے فیصلوں سے یہ سزا ثابت ہے۔ کہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے۔ کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ یہ عبرت ناک سزا ہے اس لئے ممکن ہے کہ زیر بحث قانون 2006 کے دفعہ 5 میں جو نئی شق نمبر 276 شامل کی گئی ہے اس کی تعبیر یہ کی جائے کہ یہ رجم کی سزا ہے۔ جس اس شق میں SHAL BE PUNISHED WITH DEATH کہا گیا ہے لیکن اس شق میں سزا دینے کی صورت کو واضح کرنا ہوگا۔ کہ جرم ثابت ہونے پر ایسے مجرم کو سنگسار کیا جائے گا۔ جبکہ وہ محصن ہو اور اس کا جرم شرعی طریقے سے ثابت ہو جائے۔

میری رائے میں جو گروہ عورتوں کو طاقت کے بل بوتے یا بندوق کی نوک (GUN POINT) پر اغوا

کر لیتے۔ ان کے ساتھ اجتماعی زیادتی کرتے۔ یا ان سے برہنہ ڈانس کراتے، یا انہیں برہنہ بازاروں کو گھماتے یا ان کے خاندان کے افراد کی آنکھوں کے سامنے قوت اور ڈھٹائی سے بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں ایسے افراد نہ صرف زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ زمین پر فتنہ اور فساد بھی برپا کرتے ہیں۔ فتنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والفتنۃ اشد من القتل سورۃ البقرہ آیت نمبر 191

اور فساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔

اس لئے ہماری تجویز ہے۔ کہ زیر بحث قانون میں مقرر کردہ تینوں سزاؤں پر نظر ثانی کی جائے۔ اور فتنہ و فساد برپا کرنے والوں، طاقت اور قوت کے بل بوتے نیز بندوق کی نوک پر لوگوں کی عفت و عصمت لوٹنے والوں کو اسلام کی مقرر کردہ "حرابہ" کی سزا دی جائے۔ جسے قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

انما جزاؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا
ان یقتلوا، او یصلبوا او تقطع ایدیھم، وارجلھم من خلاف
او ~~یصو~~ ینفوا من الارض۔ ذالک لھم خزی فی الدنیا۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر 33

بے شک ان لوگوں کی سزا یہ ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ انہیں قتل کیا جائے، یا پھانسی چڑھایا جائے۔ یا مختلف طرفوں سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ ان کے لئے یہ دنیا میں رسوائی ہے۔

اس آیت کریمہ میں مذکور "محاربہ" وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو تباہ کن ہتھیاروں سے مسلح ہوں۔ قوت و طاقت کے بل بوتے پر لوگوں پر ڈاکہ زنی کریں اور ایسا کرتے وقت وہ سرعام ہر جگہ حملہ آور ہوں۔ چنانچہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ خواتین کو اغوا کرے۔ ان کے ساتھ اجتماعی زیادتی کرنے والے دیدہ دلیر افراد ان سب جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس تجویز ہے کہ زیر بحث قانون 2006ء کی دفعہ نمبر 5 میں اضافہ کردہ شق نمبر 376 کو واپس لیا جائے اور اس کی اسلام کی نافذ کردہ حد زنا اور حرابہ کی سزائیں نافذ کی جائیں۔ جو مذکورہ سطور میں بیان ہوئی ہیں

تحفظ نسواں قانون کی شق نمبر 6

اس دفعہ کے تحت مجموعہ تعزیرات پاکستان 1860ء میں ایک نئی شق شامل کی گئی ہے۔ جس میں اس جرم کا ذکر کیا گیا ہے "کہ اگر کوئی ~~شخص~~ مرد دھوکہ دہی کے ذریعے کسی عورت کے ہم بستری کرے اور اس کا یقین ہو کہ وہ مرد اس خاتون کا قانونی شوہر نہیں ہے۔ یا کوئی خاتون کسی مرد کے ساتھ یہ کام کرے۔ کہ وہ اس کا شوہر ہے۔ لیکن وہ قانونی طور پر اس خاتون کا شوہر نہ ہو۔"

اس صورت میں ملزم کو شبہ کا فائدہ ملے گا۔ کیونکہ حدود کی سزائیں بہت واضح ہیں۔ اور حدود کے جرائم بھی واضح طور پر ثابت ہونے چاہئیں۔ یہی وجہ ہے کہ زنا کا جرم ثابت کرنے کے لئے اسلامی شریعت نے چار گواہوں کا موجود ہونا لازمی قرار دیا ہے۔ اور وہ چار گواہ ایسے ہوں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ عمل ہوتے دیکھا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حد زنا کو ثابت کرنے کے لئے چار گواہ یہ گواہی دیں۔ کہ انھوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے زنا ہوتے دیکھا ہے۔ اور مرد نے خاتون کے اگلے فرج میں اپنا عضو تناسل داخل کیا۔ اگر ان امور میں کوئی بھی شک وشبہ پیدا ہو جائے۔ تو حد کی سزا لاگو نہیں ہوتی۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ادرؤا الحدود بالشبہات (نیل الاوطار ج 7 ص 104)

"شکوک وشبہات سے حدود ساقط کرو"

چنانچہ فقہائے کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر حدود کے ثبوت میں کسی بھی قسم کا شک وشبہ پیدا ہو جائے تو حد کی سزا ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام کا مزید رائے ہے کہ:

"لان الحد عقوبة كاملة۔ فتستدعي جناية كاملة۔ ووجود الشبهة ينفي تكامل الجناية۔ مثل وطء الاب جارية ابنه۔ فان فيه شبهة ملك او حق۔ لقوله عليه الصلوة والسلام "انت ومالك لابيك""

(ڈاکٹر وھبہ الزحیلی ج 6 ص 30)

کیونکہ حد ایک مکمل سزا ہے۔ اس لئے وہ تقاضا کرتی ہے کہ جرم بھی مکمل ہو۔ جبکہ شبہ کا پایا جانا جرم کے کامل ہونے کی نفی کرتا ہے۔ جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کی لونڈی سے ہم بستری کرے۔ کیونکہ اس صورت میں ملکیت یا حق قائم ہونے کا شبہ موجود ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے"

کتب فقہ میں شکوک وشبہات کی بہت سی جزئیات مذکور ہیں۔ جن میں شکوک وشبہات کا ذکر ہے۔ اور ان شکوک وشبہات کی وجہ سے حد کی سزا نافذ نہیں کی جاتی۔ جیسا کہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی رقمطراز ہیں:

فلا تجب الحد في هذه الحالات، لوجود شبهة الملك۔ وان علم ان الوطء حرام

(الفقه الاسلامي وادلته ج 6 ص 31)

"ان حالات میں حد کی سزا واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ ملکیت کا شبہ موجود ہے اور اگرچہ اسے علم ہو کہ اس خاتون سے ہم بستری کرنا حرام ہے"

زیر نظر اضافہ کردہ شق میں غالباً اسی طرح کی صورت حال بیان کی گئی کہ

"To believe that she is lawfully married to him and cohabit with him in that belief"

زیر بحث صورت حال میں قانونی شادی کا شبہ موجود ہے۔ اس لئے اس صورت میں ملزم حد کی سزا نہیں دی جائے گی۔ بلکہ اس پر تعزیر کی سزا لاگو ہوگی جیسا کہ کتب فقہ میں تحریر ہے

واذا تزوج انسان من محارمه، بسبب نسب او رضاع او مصاهرة، موجبة لتحريم مؤبد او جمع بين الاختين، او عقد على خمس، او تزوج معتدة الغير، وحصل وطء بموجب العقد

فلا حد علیہ عند ابی حنیفۃ والثوری ۔ وان علم بالحرمۃ ۔ لکن علیہ التعزیر
لانہ وطئ تمکنت الشبھۃ منہ ۔ بسبب وجود صورۃ المبیح ۔ وھو عقد
النکاح ۔ فلم یوجب الوطء حدا " الفقہ الاسلامی وادلتہ ج 6 ص 31)

"جب کوئی انسان ایسی خاتون سے نکاح کرے جو اس پر نسب، رضاعت یا سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہو لیکن یہ حرمت ابدی ہو۔ یا دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرے۔ یا پانچویں خاتون سے بیک وقت نکاح کرے یا کسی اور مطلقہ سے دوران عدت نکاح کرے لیکن نکاح کے مطابق ہم بستری کرے تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ اور امام ثوری کے نزدیک اس پر حد کی سزا نہیں ہے۔ اگرچہ اسے زنا کی حرمت کا علم بھی ہو۔ تاہم اسے تعزیر کی سزا دی جائے گی کیونکہ اس نے ایسی خاتون سے ہم بستری کی ہے۔ جواز ہونے کی بناء پر شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ نکاح کا معاہدہ ہے۔ اس لئے ہم بستری سے سزائے حد نہیں ہوگی۔"

ان فقہی حقائق کی روشنی میں اگر ہم حقوق نسواں قانون 2006 کی دفعہ نمبر 5 میں شامل کردہ شق نمبر 493-A پر غور کریں۔ تو ہمیں اس میں بھی شبہ کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے ایسے مجرم کو جرم ثابت ہونے پر بھی حد کی سزا نہیں دی جائے گی۔ بلکہ اسے تعزیر کی سزا دی جائے گی۔ جو اس نئی شق میں مذکور ہے۔ جس میں کمی بیشی کرنے کا قاضی کو مکمل اختیار حاصل ہے۔ اس لئے اس نئی شق میں بظاہر کوئی نکتہ ایسا نظر نہیں آتا۔ جسے خلاف ~~اسلام~~ قرآن وسنت قرار دیا جاسکے۔ اس لئے یہ شق اپنی صورت میں قائم رکھی جاسکتی ہے۔